

اس کا دامن اس امید پر تھام لیتا ہے کہ اس کے ذریعے سے وہ بھی منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ تھوڑے فاصلے تک ساتھ چلتا رہتا ہے، پھر واضح ہو جاتا ہے کہ منزل بہت دُور ہے اور یہ شخص تو وہاں تک نہیں پہنچائے گا۔ بعد ازاں کسی دوسرے تیز رفتار کے انتظار میں بیٹھ جاتا ہے۔ یہ کیفیت اس وقت تک طاری رہتی ہے، جب تک حقیقی رہنما اور رہبر کی پہچان نہ پیدا ہو جائے۔ قومی خدمت کے دائرے میں ایسی مثالیں عموماً زیادہ ملتی ہیں۔

اس مرتبے کے اشعار اساتذہ کے دواوین میں بہت کم ملتے ہیں۔

۷۔ شرح : میں تو اپنے ظالم محبوب کی محض چاہ میں مبتلا ہوں۔ عقل کے اندھوں اور احمقوں نے اسے پرستش قرار دے لیا یعنی یہ سمجھ لیا کہ میں اسے خدا سمجھ کر پوج رہا ہوں۔ یہ کتنا اندھیر اور کیسی اُن ہونی بات ہے؟

شعر کی اصل خوبی یہ ہے کہ خود عاشق کو پرستش اور خواہش کے درمیان ^{سندی} کی تمیز نہیں۔ وہ جس شے کو خواہش قرار دے رہا ہے، عملاً وہ پرستش کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ عاشق نے محبوب کو پوجنا شروع کر دیا، لیکن عاشق حقیقی حالت سے بے خبری کے عالم میں اسی بات پر زور دے جا رہا ہے کہ میرے دل میں تو اس کے لیے صرف چاہ ہے اور جو لوگ پرستش کا طعنہ دیتے ہیں، انہیں احمق قرار دے کر اپنے دعوے کو قوت پہنچا رہا ہے۔

۸۔ شرح : عاشق ایک مرتبہ محبوب کے کوچے میں پہنچا اور اپنا سب کچھ کھوکھو کر بیخود واپس آ گیا۔ اسی عالم میں اس نے کئی مرتبہ کوئے یار کا قصد کیا، لیکن بیخودی کے عالم میں راستہ بھول جاتا رہا اور کہیں کا کہیں جا پہنچا۔ اب وہ پریشان ہو کر کہتا ہے کہ دیکھیے، میں نے پھر کوئے یار کا قصد کیا تھا اور بیخودی کے باعث راستہ بھول گیا، ورنہ وہاں ضرور جاتا اور اپنی خبر لے کر آتا۔

چونکہ پہلی مرتبہ وہاں جاتے ہی بیخود ہو گیا تھا، یعنی اپنا آپ وہاں کھو آیا تھا، اس لیے خود تو اسے کچھ خبر نہیں۔ وہاں جائے تو اپنا پتالے کہ کیا حالت ہوئی۔